٥٣٥

امام محمد بن عبد الوہاب رحمہ اللہ

دعوت و سیرت

تالیف

سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز حفظہ اللہ

(مفتی اعظم سعودی عرب)

اردو ترجمہ

محمد رضوان عبد الحکیم

طباعت واشاعت

وزارت اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد

مملکت سعودی عرب

وزارتِ اسلامی امور واوقاف ودعوت وارشاد کی شائع کردہ

امام محمّد بن عبد الوہّاب رحمہ اللہ

دعوت و سیرت

تالیف
سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن عبد اللہ بن باز حفظہ اللہ
(مفتئ اعظم سعودی عرب)

اردو ترجمہ
محمّد رضوان عبد الحکیم

وزارت کے شعبۂ مطبوعات و تحقیقات علمی کی زیرنگرانی طبع شدہ
۱۴۲۴ھ

ح وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد ، ١٤١٨هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

ابن باز، عبدالعزيز بن عبدالله

الإمام محمد بن عبدالوهاب: دعوته وسيرته - الرياض.

٦٤ ص ، ١١,٥سم× ١٦سم

ردمك ٦-١٥٩-٢٩-٩٩٦٠

(النص باللغة الأوردية)

١- الدعوة السلفية ٢- محمد بن عبدالوهاب بن سليمان ، ت١٢٠٦هـ

أ- العنوان

ديوي ٢١٧،٢ ١٨/١٣٠٩

رقم الإيداع : ١٨/١٣٠٩

ردمك : ٦-١٥٩-٢٩-٩٩٦٠

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تقدیم

کسی بھی دعوت کے زندہ اور باقی رہنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ مرور ایام کے ساتھ اس کی طرف دعوت دینے والوں کا تسلسل باقی رہے۔ جب سے اللہ تعالیٰ نے اس امت کو اپنے آخری پیغام سے نوازا ہے اور اس کے داعی اول کی آواز سے فضا گونجی ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے دین کو مکمل فرما دیا اور اپنی نعمت کی تکمیل کر دی، داعیوں کا سلسلہ جاری ہے۔ پہلے خلفائے راشدین اور ان کے بعد مصلحین و مرشدین آتے رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ارشاد : ﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ أُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ إِلَى الْخَيْرِ ﴾ کو اپنا رہنما اصول بناتے ہوئے نیکی کا حکم دیا اور برائیوں سے روکا۔

چنانچہ جب بھی بدعات و خرافات کے سیاہ بادل منڈلائے، ضلالت و جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی اور لوگ باطل کی بھول بھلیوں میں بھٹکنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کو کچھ ایسے افراد عطا کیے ہیں جو لوگوں کو

بصیرت کے ساتھ صحیح و خالص دین کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں' ان کے سامنے صحیح راستے کو واضح' سنت کو زندہ اور بدعات کا قلع قمع کرتے رہے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے مبارک ہاتھوں ملک و ملت کو طہارت و پاکیزگی عطا کرتا اور ان کی دعوت کے ذریعہ اپنے بندوں کو گمراہی کے راستے سے نجات دیتا رہا ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا فضل و احسان ہے۔

اصحاب فکر و دانش اور ارباب علم و معرفت کی ہمیشہ عظیم شخصیات کی سوانح عمریوں اور ان کی دعوت و سیرت پر توجہ رہی ہے' خصوصاً ایسی اہم ہستیاں جنہوں نے اپنے ملک کی تاریخ کا رخ موڑا اور لوگوں کے طرز فکر میں انقلاب بپا کیا ہو' ان کی سوانح حیات مشعل راہ ہیں' جس سے راہ گیر اور طالب خیر رشد و ہدایت حاصل کرتے ہیں۔

یوں تو بعض لوگ ارباب فکر کی۔ چاہے ان کے نظریات کچھ بھی ہوں۔ بہت زیادہ تعظیم کرتے ہیں' ان کی یاد کو زندہ رکھنے کے لیے غلو سے کام لیتے ہیں' بلکہ بسااوقات ایسے لوگوں کے مجسّمے تک نصب کر ڈالتے ہیں' لیکن ہم مسلمان نہ تو شخصیات کی تقدیس کرتے ہیں' نہ اس سلسلے میں اندھی تقلید کے قائل ہیں۔ ہاں ! ہمارے پاس کچھ پیمانے ہیں جن کی کسوٹی پر ہم ہستیوں کو اور ان کے کارناموں کو پرکھتے ہیں' اس کسوٹی میں جو

جتنے زیادہ اونچے ثابت ہوتے ہیں ہمارے دلوں میں ان کی اتنی ہی زیادہ قدر و منزلت ہوتی ہے۔ اور وہ پیمانے ہیں اسلام کے سائے میں دعوت و ارشاد اور اصلاحی کارنامے۔

زیر مطالعہ اہم تقریر جس شخصیت کے بارے میں ہے اس کا دعوت و اصلاح کے میدان میں بڑا اونچا مقام ہے۔ ان کی شہرت و ناموری کی صدائے بازگشت ہر چہار دانگ عالم میں سنائی دی' ان کے بارے میں ملک نیز بیرون ملک کے بہت سے مشرقی علماء اور انشاء پردازوں نے بہت کچھ لکھا' جسے ناظرین ملاحظہ کریں گے۔ بلکہ مغرب کے ایک عالم علامہ سید محمد بن الحسن الحجوی الثعالبی مدرس علوم عالیہ قرویہ نے ان کے متعلق لکھا ہے۔ انھوں نے ربیع الثانی ۱۳۳۶ھ میں فاس میں "نادی الخطابہ الاولیٰ" میں تقریر کرتے ہوئے فقہ اسلامی کی نشر و نما' اس کے عروج و ارتقاء اور عالم اسلام کی جن عظیم علمی شخصیتوں پر روشنی ڈالی ان میں شیخ محمد بن عبدالوہاب کا اسم گرامی بھی ہے۔ اس کا ذکر انھوں نے اپنی کتاب "الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الاسلامی" کے جزء ۴' صفحہ ۱۹۶' فقرہ (پیراگراف) ۱۰۱۱ میں "ابو عبداللہ محمد بن عبدالوہاب تمیمی نجدی" کے عنوان کے تحت یوں کیا ہے :

"۱۱۱۵ھ میں نجد کے بالائی صوبہ شہر عیینہ میں شیخ کی ولادت ہوئی' آپ نے اپنے والد محترم کی آغوش میں پرورش پائی' پھر تکمیل تعلیم کے لیے

بصرہ کا رخ کیا' وہاں زبان و ادب اور دینی علوم میں مہارت پیدا کی اور ہم عصروں پر سبقت لے گئے۔ وہاں تقویٰ و پرہیزگاری اور سچی دینداری میں انہیں کافی شہرت حاصل ہوئی"۔

مزید رقم طراز ہیں :

"ان کا عقیدہ قرآن و حدیث پر عمل پیرا سلف صالحین کے منہج کے مطابق خالص سنت ہے' بیجا تاویل اور فلسفہ بیان کرنے میں وقت ضائع نہیں کرتے نہ ہی اسے اپنے عقیدے میں کوئی دخل دیتے ہیں۔ ہاں ! فروعی مسائل میں ان کا مذہب حنبلی تھا' لیکن امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ اور ان کے علاوہ کسی دوسرے امام کے جامد مقلد نہیں تھے۔ قرآن و حدیث سے دلیل مل جاتی تو اسے قبول کر لیتے اور دوسرے مذاہب کے اقوال و دلائل کو چھوڑ دیتے تھے' یعنی وہ عقیدے اور فروعی مسائل میں مستقل فکر کے مالک تھے"۔

شیخ ثعالبی نے یہاں تک کہا کہ :

"شیخ نجدی رحمتہ اللہ علیہ ذاتی اثر و رسوخ کے مالک' پر تاثیر اور رعب دار شخصیت کے حامل تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اپنے خاندان سے الگ تھلگ بصرہ میں بے باکانہ معروف کا حکم دیتے اور منکر سے روکتے تھے"۔

ہم نے مغرب کے ایک عالم کی اتنی سی بات ناظرین کے سامنے یہ ثابت

کرنے کے لیے پیش کی ہے کہ آپ کی سیرت اور دعوت کے مثبت نتائج پر اہل فکر کی توجہ رہی ہے نیز علماء آپ کی قدر و منزلت سے واقف رہے ہیں' بلکہ بعض حضرات ڈاکٹر کامل الطویل کے متعلق یہ بتاتے ہیں کہ جب وہ ڈاکٹریٹ کی تیاری کے لیے یورپ میں مقیم تھے اس وقت ان کو شیخ کی دعوت سے متعلق بہت سی ایسی دستاویزات ہاتھ لگیں جو نیپولین اور بابا عالی کے مابین متبادل (جاری ہوئی) تھیں اور جس میں انہوں نے شیخ کی دعوت کو مشرق میں اپنے مشن اور مصلحتوں کے خلاف خطرہ تصور کرتے ہوئے اس کے خلاف ضروری کارروائی کرنے پر زور دیا تھا۔

اگر بات ایسی ہے تو کم از کم شیخ کی سیرت اور آپ کے اسلوب دعوت کو عوام' خصوصاً نئی نسل کے سامنے پیش کرنا ضروری ہے' تاکہ ان کو شیخ کے صبر و تحمل' حق کے راستے میں ثابت قدمی اور ان کی دعوت کی کامیابی کے اسباب و اسرار معلوم ہو سکیں۔

مندرجہ ذیل دو بنیادی سبب اس تقریر کی قیمت و اہمیت میں مزید اضافہ کر دیتے ہیں :

پہلا یہ کہ یہ تقریر دعوت کے اسباب اس کے بنیادی محرکات' داعی کے منہج اور اس کے منصوبوں کی وضاحت کرتی ہے اور عقیدے کے ایک اہم پہلو کو اجاگر کرتی ہے' جو توحید عبادت (صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا) کا

پہلو ہے' جو لوگوں کی سخت ترین ضرورت ہے' خصوصاً اس طریقے پر جو اس تقریر کے دوران سامنے آیا ہے۔

دوسرا یہ کہ یہ تقریر شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ کے ایک قریب ترین شخصیت کی ہے' کیونکہ مقرر موصوف۔ حفظہ اللہ۔ نجد کے گرانقدر علماء و فضلاء اور ان ہستیوں میں سے ہیں جنہوں نے شیخ امام کے آل و احفاد سے علم حاصل کیا ہے۔ چنانچہ آپ دوسرے لوگوں کی بہ نسبت شیخ سے غیر معمولی قربت رکھنے والے اور زیادہ حقدار ہیں' یہ تقریر اپنے مقصد کی بھرپور عکاسی کرتی ہے' اور اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو شیخ امام' ان کی دعوت' ان کے ملک کے احوال' دعوت کے قیام اور اس کی کامیابی کے اسباب کا مطالعہ کرنے والوں کو درکار ہے۔ اللہ تعالیٰ امام صاحب کو دعوت دین اور مسلمانوں کی طرف سے بہترین بدلہ دے۔ شیخ مقرر کو بھی جزائے خیر سے نوازے اور اپنے بندے اور رسول حبیب پر رحمت کی بارش برسائے' اللہ تعالیٰ ہر داعی سے خوش ہو اور مشرق و مغرب کے ہر مصلح و مبلغ کی کوششوں میں مزید برکت دے۔ انہ سمیع قریب۔

مقرر کی زندگی کی ایک جھلک :

عزت مآب شیخ مقرر۔ حفظہ اللہ۔ کی ذات گرامی تعریف سے بے نیاز

ہے، لیکن یہ تقریر سعودی عرب سے باہر کے لوگوں تک پہنچنے کے احتمال کے پیش نظر ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کی سیرت اور حالات زندگی سے متعلق مختصر تعارفی جھلک پیش کردی جائے۔

نام :

فضیلتہ الشیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ آل باز

جائے ولادت :

نجد کے دارالسلطنت ریاض میں ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری میں پیدا ہوئے۔

نشو و نما :

بچپن ہی سے علم دوست اور اہل علم سے محبت رکھنے والے معزز خاندان میں اور طلب علم میں آپ کی نشو و نما ہوئی۔

تعلیم :

تعلیم کا آغاز قرآن کریم کے حفظ سے کیا، سن رشد سے پہلے ہی حفظ مکمل ہو گیا۔ پھر ریاض کے علماء سے عربی و شرعی علوم حاصل کیے۔

اساتذہ :

بہت سے مشائخ سے آپ نے علم حاصل کیا اور کافی عرصہ تک مختلف

علماء سے تعلیم حاصل کرتے رہے، ان میں اکثریت شیخ نجدی رحمتہ اللہ علیہ کے آل واحفاد کی تھی۔ بعض کے نام درج ذیل ہیں :

شیخ محمد بن عبداللطیف بن عبدالرحمٰن آل شیخ، شیخ صالح بن عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن آل شیخ، جو اس وقت ریاض کے قاضی تھے۔ شیخ سعد بن حمد بن عتیق آل عتیق، یہ بھی اپنے وقت میں ریاض کے قاضی تھے، اپنے زمانے کے بیت المال کے وکیل شیخ حمد بن فارس اور مکہ کے شیخ سعد وقاص بخاری، ان سے خصوصاً تجوید سیکھی۔

نیز آپ کے اساتذہ کی فہرست میں شیخ مفتی محمد بن ابراہیم آل شیخ رحمتہ اللہ علیہ ہیں۔ یہ وہ شیخ ہیں جن سے آپ نے تمام علوم کا درس لیا، علوم کی تحقیق اور اس میں تعمق حاصل کرنے میں ان کا بڑا ہاتھ ہے۔ تقریباً دس سال تک پابندی سے ان کے درس میں حاضر ہوتے رہے۔ یعنی آپ نے شیخ محمد آل شیخ کے پاس ۱۳۴۷ ہجری سے درس کا آغاز کیا اور ۱۳۵۷ ہجری میں اس وقت اس کا سلسلہ ختم ہوا جب سماحتہ المفتی شیخ محمد ہی کی تجویز پر آپ کو قاضی کے عظیم منصب پر فائز کیا گیا۔

طریقۂ تعلم :

ایک ہی وقت میں متعدد مشائخ سے مختلف فنون حاصل کئے جاسکتے ہیں یا ایک ہی شیخ سے مختلف علوم سیکھے جاسکتے ہیں، لیکن شیخ نے مفتی محمد آل

شیخ سے ایک مخصوص طریقہ سے تعلیم حاصل کی' اور وہ طریقہ تھا تدریج کا اور اہم مضمون کو پہلے شروع کرنے کا۔ چنانچہ سب سے پہلے عقیدے کی تعلیم حاصل کی اور اس کا آغاز کتاب "الاصول الثلاثۃ" سے کیا' اس کے بعد علی الترتیب کشف الشبہات' کتاب التوحید اور العقیدۃ الواسطیہ پڑھی۔ اسی طرح فقہ کے متون کی تعلیم بتدریج حاصل کی' فرائض کو بارہا پڑھا' نیز نحو میں اجرومیہ پھر الملحہ' پھر القطر کو پڑھا۔

پڑھنے کے اوقات اور مقام :

مفتی محمد آل شیخ کے پاس پڑھنے کے اوقات حسب ذیل ہیں :

صبح فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک مسجد میں پڑھتے' پھر چاشت کے وقت محترم مفتی صاحب کے دولت خانہ میں ان کی مجلس میں' پھر ظہر' عصر اور مغرب کی نمازوں کے بعد مسجد میں تعلیم حاصل کرتے۔

شیخ کے علوم و فنون :

شیخ عبدالعزیز ابن باز حفظہ اللہ کا شمار چوٹی کے مجتہد علماء میں ہوتا ہے' عربی علوم سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر نوازا ہے کہ آپ کو دینی علوم میں پوری دسترس حاصل ہے' آپ نے پہلی فرصت میں اپنی ساری کوششیں علوم شریعت خصوصاً حنبلی مذہب کے مطابق فقہ کے علوم

حاصل کرنے میں مرکوز کردیں۔ پھر حدیث کی سند و متن اور قرآن کریم کے علوم کے حصول کی طرف اپنی توجہ مبذول کی انہی خوبیوں کی بناء پر حضرت شیخ کا شمار عالم اسلام کے ممتاز علماء میں ہوتا ہے۔ ویسے شیخ کا خصوصیت کے ساتھ فقہ' حدیث اور عقیدے کے علماء میں شمار ہے۔ اس سلسلے میں ان کی بہت سی تصانیف اور فتاویٰ کے مجموعے ہیں۔

کارنامے :

آپ ۱۳۵۷ ہجری سے لے کر ۱۳۷۱ ہجری تک چودہ سال اور چند ماہ الخرج کے علاقے میں قاضی کے منصب پر فائز رہے۔ قضاء میں آپ کا کام صرف محکمہ کی مہم تک ہی محدود نہیں تھا بلکہ اس علاقے کی تعلیم و تربیت' زراعت و کاشتکاری اور صحت و صفائی کے دوسرے عام پروگراموں سے بھی دلچسپی رکھتے اور اپنی قیمتی توجہ صرف کرتے تھے اور علاقے کی اصلاح کے لیے ذمہ داران سے خط و کتابت کرتے تھے۔ گویا آپ کی ذات گرامی اہل خرج کے لیے مشفق باپ کی طرح تھی' جو ان کے پاس رہ کران کے ہر اہم معاملے پر توجہ دیتے تھے۔ اسی خلوص اور خیر خواہی کے پیش نظر آپ کو ذمہ داران کا اعتماد حاصل تھا' الخرج علاقے میں آپ کے اصلاحی آثار و یادگار اب بھی باقی ہیں۔

۱۳۷۱ ہجری میں جب پہلی مرتبہ معاہد اور کالجوں کا افتتاح ہوا تو اس

وقت سے لے کر ۱۳۸۰ ہجری تک یعنی مدینہ یونیورسٹی کے آغاز تک ان معاہد اور کالجوں میں پڑھاتے رہے۔ تدریس کے میدان میں عمل کے دوران شریعت کالج میں تین موضوع فقہ' توحید اور حدیث کی تدریس آپ کے حوالہ کی گئی۔ شیخ محترم حفظہ اللہ وسعت قلب' مسائل کی توضیح اور ترجیحی طریقے پر طلبہ کی تربیت میں عمدہ نمونہ تھے' خصوصاً حدیث اور فقہ میں درس کے ابواب یکساں ہوتے تھے' مثلاً فقہ میں باب الزکاۃ کا درس دیتے تو حدیث میں بھی باب الزکاۃ کا ہی درس دیتے تھے۔ فقہ کی گھنٹی میں مسئلہ کو فقہ حنبلی کے مطابق ان کے دلائل کی روشنی میں ثابت کر دیتے' پھر حدیث کی گھنٹی میں مسئلہ کو حدیث کے مطابق ثابت کرتے تھے' اب اگر حنبلی مذہب حدیث کے مطابق ہوتا تو حدیث سے اس کی تائید حاصل ہو جاتی تھی' لیکن اگر حدیث کے خلاف ہوتا تو راجح مسئلہ اور وجہ ترجیح بتلا دیتے اور بغیر کسی مذہبی تعصب کے اس مسلک پر عمل کرنے کی دعوت دیتے جو دلیل کے اعتبار سے زیادہ قوی ہوتا۔

شیخ محترم کی ایک بڑی خوبی جو ہمیشہ یاد رکھی جائے گی' یہ ہے کہ طلبہ کے بار بار سوال کرنے اور اپنے مطلوب کی وضاحت طلب کرنے سے جھنجھلاتے نہیں تھے' بسااوقات جب مسئلہ توجہ طلب اور مختلف فیہ ہوتا تو جواب نہیں دیتے بلکہ مہلت مانگ لیتے اور اسے دوبارہ بیان فرماتے تھے۔

اس سے جیسا کہ عصری تربیت کے ماہرین کہتے ہیں طالب علم کے حوصلہ میں نشاط اور خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے' طلبہ میں تحصیل علوم کے جذبات پروان چڑھتے ہیں' اور ان کو یہ احساس ہوتا ہے کہ علم کا تعلق بحث ومباحثہ اور مطالعہ سے ہے' نیز یہ کہ مسئلہ اسی وقت بیان کیا جائے گا جب اس کی پوری معرفت حاصل ہو جائے۔

تدریس کے زمانہ میں بھی آپ عقائد میں اعتدال کا نمونہ تھے' نہ تو ان لوگوں میں سے تھے جو حد سے تجاوز کرتے ہوئے ہر چھوٹے بڑے معاملے پر شرک و کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں' اور نہ ہی ان متساہل لوگوں میں سے تھے جو چھوٹے امور سے چشم پوشی کر جاتے ہیں' بلکہ آپ چھوٹے اور بڑے ہر مسئلہ پر لوگوں کو آگاہ کر دیتے تھے' ہر چیز کو اس کے مناسب مقام پر رکھتے' شرک کو شرک اور بدعت کو بدعت گردانتے تھے۔ یہاں تک کہ بیرون ملک کے بعض ملنے والوں کے حق میں آپ عدالت و میانہ روی کے اعتبار سے دعوت اور اہل دعوت کے اصول کے معتدل پیمانہ تھے۔ مسجد یا دوسری جگہ درس کے وقت بیٹھتے وقت ہمیشہ آپ کا موقف یہی ہوتا' اگرچہ اپنے اداری کام ہی میں کیوں نہ رہیں۔

۱۳۸۱ ہجری میں آپ کو جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے وائس چانسلر کا منصب عطا کیا گیا' یہ بحمد اللہ - اللہ کی طرف سے ایک نعمت تھی' خصوصاً

جس وقت جامعہ اپنی تاسیس کے ابتدائی مرحلہ میں تھا' جب اسے چلانے کے لیے دور اندیشی' دانائی اور حکمت کے ساتھ ساتھ رفق و نرمی کی ضرورت تھی۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے اس مبارک تعلیمی ادارے نے ایک عظیم الشان ریکارڈ قائم کیا ہے' اس کے بڑے اچھے اثرات مرتب ہوئے ہیں اور اس شجر ثمربار کے پھل پھول سے دنیا مستفید ہو رہی ہے۔ اللہ اس سے عالم اسلام کو مزید فائدہ پہنچائے اور اسے ایسے افراد مہیا کرتا رہے جو اس کے واجبات کو بحسن و خوبی انجام دیتے رہیں۔ انه سميع مجيب۔

تالیفات :

شاید مشغولیات زیادہ ہونے کی وجہ سے شیخ کو تصنیف و تالیف کے زیادہ مواقع فراہم نہیں ہو سکے' پھر بھی آپ نے موقع اور فرصت کو غنیمت جانتے ہوئے اس جانب بھی توجہ دی ہے اور اب تک مختلف فنون میں آپ کی بہت سی تصانیف منظر عام پر آچکی ہیں۔ بعض حسب ذیل ہیں :

۱ - الفوائد الجليلة في المباحث الفرضيه۔ یہ کتاب بارہا طبع ہو چکی ہے۔

۲ - نقد القومية العربية

۳ - توضيح المناسك' اس کے بھی اب تک کئی ایڈیشن سامنے آچکے ہیں۔

۴ - رسالة في نكاح الشغار

۵ - الجواب المفيد في حكم التصوير

۶ - رسالة في التبرج والحجاب

یہ تمام کتابیں زیور طبع سے آراستہ ہو چکی ہیں۔

علاوہ ازیں بہت سے خاص و عام فتوے ہیں جو منظر عام پر آچکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ذات اور آپ کے علوم سے لوگوں کو فائدہ پہنچائے اور اپنی رضا و محبت کے اعمال انجام دینے کی توفیق دے' آمین۔ وصلی الله وسلم على عبده ورسوله محمد وآله وصحبه۔

عطیہ محمد سالم

امام شیخ محمد بن عبدالوہاب : دعوت و سیرت

شیخ محمد بن عبدالوہاب کی دعوت و سیرت پر جناب شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز کی ایک تقریر جو آپ نے جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے لکچرہال میں کی تھی۔ یہ تقریر کیسٹ سے نقل کی گئی ہے اور پہلی بار قید تحریر میں لائی جا رہی ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين ، وصلى الله وسلم وبارك على عبده ورسوله وخيرته من خلقه ، سيدنا وإمامنا محمد بن عبدالله وعلى آلــه وأصحابه ومن والاه – أما بعد :

فاضل بھائیو اور عزیز بیٹو ! افکار و خیالات کو جلا بخشنے' حقائق کی وضاحت' اللہ اور اس کے بندوں کی خیرخواہی اور جس شخصیت کے بارے میں مجھے دعوت خطاب دی گئی ہے اس کے مجھ پر عائد بعض حقوق کی ادائیگی کے خیال سے یہ تقریر آپ حضرات کے سامنے کر رہا ہوں جس کا موضوع ہے "شیخ محمد بن عبدالوہاب : دعوت و سیرت"۔

چونکہ مصلحین' داعیان حق اور مجددین اسلام کے بارے میں گفتگو' ان کے احوال و کوائف' اخلاق فاضلہ اور ان کے روشن کارناموں کا تذکرہ' دعوت و اصلاح میں اخلاص و صداقت پر مبنی ان کی سیرت کی تفصیلات پر گفتگو ایسی چیز ہے جس کا لوگوں کو بڑا اشتیاق ہوتا ہے اور اس سے ان کے دلوں کو سکون ملتا ہے' دینی حمیت رکھنے والا اور اصلاح اور راہ حق کی

دعوت دینے والا ہر شخص اس تذکرہ کو سننے کا مشتاق ہوتا ہے' اس لیے میں نے بہتر سمجھا کہ آج آپ کے سامنے ایک عظیم ہستی' بلند پایہ مصلح اور غیور داعی کے بارے میں گفتگو کروں' اور وہ ہے بارہویں صدی ہجری کے جزیرۂ عرب کے مجدد اسلام' امام وقت محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی تمیمی حنبلی نجدی کی شخصیت۔ عوام الناس خصوصاً جزیرۂ عرب کے اندر و باہر کے علماء و اعیان اور عمائدین کے درمیان امام محترم خوب اچھی طرح جانے پہچانے گئے۔ بہت سے اہل علم نے یہاں تک کہ مستشرقین نے آپ کے بارے میں مفصل و مختصر بہت کچھ لکھا اور بعض دوسرے اہل علم نے مصلحین کے متعلق اپنی تاریخی تحریروں میں آپ کا تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ ان میں سے انصاف پسند حضرات نے آپ کو عظیم مصلح اور اسلام کا مجدد قرار دیا ہے اور یہ کہ آپ اپنے رب کی طرف سے ہدایت و بصیرت پر تھے۔ ان اہل قلم کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا استقصا مشکل ہے' ان لکھنے والے اہل قلم میں عظیم مؤلف ابوبکر شیخ حسین بن غنام احسائی خاص طور پر قابل ذکر ہیں' انہوں نے شیخ کے بارے میں بہترین انداز میں لکھا ہے' مفید معلومات یکجا کی ہیں اور ان کی دعوت' سیرت اور غزوات کا تفصیل سے ذکر کیا ہے اور ان کے بہت سے رسائل اور قرآن کریم سے اخذ کردہ مسائل کا ذکر کیا ہے۔ شیخ کی سیرت پر خامہ فرسائی کرنے والوں میں امام شیخ

عثمان بن بشر بھی ہیں۔ انہوں نے اپنی کتاب ''عنوان المجد'' میں شیخ کی دعوت و سیرت، سوانح حیات، ان کے غزوات اور جہاد سے متعلق بہت اچھا لکھا ہے۔ نیز ان لوگوں میں سے جزیرے کے باہر سے ڈاکٹر احمد امین ہیں، انہوں نے اپنی کتاب ''زعماء الاصلاح'' میں شیخ کے متعلق لکھتے ہوئے نہایت انصاف سے کام لیا ہے۔ نیز مشہور صاحب قلم مولانا مسعود عالم ندوی نے آپ کی سیرت کے متعلق اپنی کتاب ''محمد بن عبدالوہاب ایک مظلوم اور بدنام مصلح'' میں بہت اچھا لکھا ہے۔ کچھ دوسرے علماء نے بھی شیخ کے بارے میں قلم اٹھایا ہے جن میں سے شیخ کبیر امیر محمد بن اسماعیل صنعانی ہیں، یہ ان کے ہمعصر اور ان کی دعوت کے حامی تھے۔ جب ان کے پاس شیخ کی دعوت پہنچی تو کافی خوش ہوئے اور اس پر اللہ کا شکر ادا کیا۔ اسی طرح آپ کے بارے میں صاحب ''نیل الاوطار'' علامہ شیخ محمد بن علی شوکانی نے بھی بہت خوب لکھا ہے اور نہایت موثر مرثیہ کہا ہے۔ ان حضرات کے علاوہ دوسرے بہت سے لوگوں نے آپ کی زندگی پر قلم اٹھایا ہے، جن سے پڑھے لکھے لوگ اور علماء بخوبی واقف ہیں۔ چونکہ بہت سے لوگ اس عظیم شخصیت کے احوال اور ان کی سیرت و دعوت سے ناواقف ہیں، اس لیے مناسب سمجھا کہ ان کی سوانح حیات، حسن سیرت، اصلاحی دعوت اور جہاد صادق پر میں بھی کچھ روشنی ڈال دوں اور امام ممدوح کے

بارے میں جو کچھ جانتا ہوں اس کی ایک مختصر سی جھلک پیش کر دوں' تاکہ جو شخص اس عظیم ہستی کی زندگی' ان کی دعوت اور ان کے موقف کے سلسلے میں التباس یا شک و شبہ کا شکار ہے اس کو شیخ کے معاملے میں بصیرت حاصل ہو جائے۔

مشہور قول کے مطابق امام محترم کی ولادت باسعادت ۱۱۱۵ ہجری میں ہوئی۔ بعض لوگوں نے کہا کہ ۱۱۱۱ ہجری میں پیدا ہوئے' لیکن پہلا قول ہی زیادہ معروف ہے۔ قصبہ عیینہ میں اپنے والد سے تعلیم حاصل کی' یہی قصبہ آپ کی جائے ولادت بھی ہے۔ یہ ریاض شہر کے شمال مغرب میں نجد میں واقع یمامہ کا ایک مشہور قصبہ ہے اور ریاض سے مغرب کی جانب تقریباً ستر کیلو میٹر کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ اس گاؤں میں پیدا ہوئے اور یہیں آپ کی بہترین نشوو نما ہوئی' بچپن ہی میں قرآن کریم ختم کر لیا اور اپنے والد شیخ عبدالوہاب بن سلیمان سے جو ایک عظیم فقیہ' جید عالم اور قصبہ عیینہ کے قاضی تھے' دینی تعلیم حاصل کی اور دین میں تفقہ اور بصیرت پیدا کرنے کے لیے بڑی محنت کی۔ سن رشد کو پہنچنے کے بعد بیت اللہ کا قصد کیا اور حرم شریف کے بعض علماء سے علم حاصل کیا' پھر مدینہ منورہ کا رخ کیا (درود و سلام نازل ہو اس کے مکین پر) وہاں کے علماء سے ملے' ایک مدت تک وہاں قیام فرمایا اور اس وقت کے مدینہ کے دو بڑے مشہور عالم

سے علم حاصل کیا' وہ ہیں شیخ عبداللہ بن ابراہیم بن سیف نجدی جو اصلا مجمعہ کے باشندہ اور کتاب "العذب الفائض فی علم الفرائض" کے مصنف شیخ ابراہیم بن عبداللہ کے والد تھے' اور دوسرے ہیں مدینہ کے عالم جلیل شیخ محمد حیات سندی۔ ممکن ہے آپ نے وہاں ان کے علاوہ دوسرے علماء سے بھی استفادہ کیا ہو جو ہمارے علم میں نہیں ہیں۔

شیخ نے طلب علم کے لیے عراق کا سفر کیا' بصرہ میں قیام پذیر رہے اور وہاں کے علماء سے ملاقاتیں کیں' اللہ تعالیٰ نے جتنی توفیق دی علم حاصل کیا۔ وہاں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور سنت کی دعوت دی اور بتایا کہ تمام مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ دینی علم قرآن اور حدیث سے حاصل کریں۔ اس موضوع پر آپ نے وہاں کے علماء سے بحث و مذاکرہ اور مناظرہ بھی کیا۔ وہاں آپ کے مشائخ میں سے شیخ محمد المجموعی نامی ایک شخص کو کافی شہرت حاصل ہوئی۔ بصرہ کے بعض علماء سوء ان کے در پے آزار ہو گئے اور انہوں نے آپ کو اور آپ کے استاذ مذکور کو اذیت پہنچائی' چنانچہ آپ شام جانے کی نیت سے وہاں سے نکل گئے' لیکن زاد راہ کی کمی کی وجہ سے شام کا سفر نہ کر سکے' بصرہ سے الزبیر اور پھر الزبیر سے احساء چلے آئے اور وہاں کے علماء سے ملے' دین کے اصول و ضوابط سے متعلق بہت سے مسائل میں ان سے علمی مذاکرہ کیا' پھر شہر حرملاء کی طرف متوجہ

ہوئے' آپ نے حریملاء کا سفر غالباً بارہویں صدی کی پانچویں دہائی میں کیا' اس لئے کہ آپ کے والد عیینہ کے قاضی تھے اور عیینہ کے امیر سے اختلاف کی وجہ سے ۱۱۳۹ ہجری میں وہاں سے حریملاء منتقل ہو گئے تھے' چنانچہ آپ اپنے والد کے ۱۱۳۹ ہجری میں حریملاء منتقل ہونے کے بعد ان کے پاس آئے' لہٰذا حریملاء میں آپ کی تشریف آوری ۱۱۴۰ ہجری میں یا اس کے بعد ہوئی' آپ وہیں ٹھہرے اور تعلیم و تعلم اور دعوت و ارشاد میں مشغول رہے' تاآنکہ ۱۱۵۳ ہجری میں آپ کے والد کی وفات ہو گئی' والد کی وفات کے بعد حریملاء کے بعض لوگوں نے آپ سے برا سلوک کیا' بلکہ بعض شرپسندوں نے آپ کو قتل کرنا چاہا' بلکہ کہا جاتا ہے کہ بعض شرپسند غلط ارادے سے آپ کے گھر کی دیوار پر چڑھ بھی چکے تھے لیکن بعض لوگوں کو اس کا علم ہو گیا جس کی وجہ سے وہ بھاگ نکلے۔ اس دردناک واقعہ کے بعد آپ عیینہ کوچ کر گئے' اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔

ان کم عقلوں کے آپ سے ناراضگی کے اسباب یہ تھے کہ آپ نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے تھے۔ امراء و سلاطین کو ان جرائم پیشہ افراد کو سزا دینے پر آمادہ کرتے تھے جو لوگوں پر ظلم ڈھاتے ہیں' ان کے مال چھینتے اور ان کو تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے گروہ میں وہ بیوقوف لوگ تھے جن کو وہاں "عبید" کہا جاتا تھا۔ جب ان کو معلوم ہوا کہ شیخ ان

کے خلاف ہیں' ان کے کرتوت سے ناخوش ہیں' وہ امراء کو ان کو سزا دینے اور ان کو جرائم سے باز رکھنے کی ترغیب دلاتے ہیں' تو یہ بدنصیب لوگ شیخ پر ناراض ہوگئے اور آپ کو قتل کرنے کا پروگرام بنالیا' لیکن اللہ تعالیٰ نے شیخ کو ان کے ناپاک ارادوں سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد آپ عیینہ منتقل ہوگئے۔ اس وقت عثمان بن محمد بن معمر عیینہ کے گورنر تھے' آپ ان کے پاس گئے' امیر نے آپ کا اچھا استقبال کیا اور کہا کہ آپ دعوت و تبلیغ کا کام جاری رکھیں' ہم آپ کے ساتھ ہیں اور آپ کی ہر ممکن مدد کریں گے' اس طرح امیر نے آپ کے سامنے خیرخواہی' محبت اور دعوت کے مشن پر اپنی موافقت کا اظہار کیا۔ چنانچہ شیخ تعلیم اور دعوت و ارشاد کے کام میں مشغول ہوگئے' لوگوں کو خیر کی اور اللہ کے لیے باہم محبت و الفت رکھنے کی تعلیم دیتے رہے' آپ کو عیینہ میں کافی شہرت حاصل ہوئی' ہر طرف چرچا ہونے لگا اور قریبی بستیوں سے لوگ آپ کے پاس آنے لگے۔ ایک دن شیخ نے گورنر عثمان سے کہا کہ آپ ہمیں زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قبہ (گنبد) ڈھانے کی اجازت دیں' اس لیے کہ اس کی بنیاد خلاف شرع پڑی ہے' اللہ تعالیٰ کو یہ بات ناپسند ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے اور ان پر مسجد بنانے سے منع فرمایا ہے' اس قبہ نے لوگوں کو فتنہ میں ڈال دیا ہے' عقیدے خراب کردیئے ہیں اور اس

سے شرک کو رواج ملا ہے' اس لیے اسے ڈھانا ضروری ہے۔ گورنر عثمان نے جواب دیا کہ اس نیک کام سے آپ کو کوئی روک نہیں سکتا' آپ کر گزریں۔ شیخ نے فرمایا کہ ڈر ہے کہ اس سے جبیلہ والے بھڑک اٹھیں گے۔ جبیلہ وہاں سے قریب واقع ایک گاؤں کا نام ہے۔ چنانچہ گورنر عثمان اپنے چھ سو فوجیوں کے ہمراہ قبہ (گنبد) کو ڈھانے کے لیے نکلے' ان کے ساتھ شیخ رحمہ اللہ بھی تھے۔ جب یہ لوگ قبہ کے قریب پہنچے اور جبیلہ والوں کو اس کی خبر ہوئی تو اسے بچانے کے لیے سب نکل پڑے' لیکن جب ان کی نظر گورنر عثمان اور ان کے ساتھ آئے لشکر پر پڑی تو رک گئے اور اپنے اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔ شیخ نے خود اس قبے کو منہدم کیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں اس قبے کو زائل کیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔

ذیل میں شیخ رحمتہ اللہ علیہ کے نجد میں مستقل قیام' قیام کے اسباب اور دعوت وارشاد نیز آپ کی دعوت سے پہلے نجد کی حالت کیا تھی اس کی ایک جھلک پیش کی جارہی ہے۔

شیخ کی دعوت سے پہلے اہل نجد ایسی حالت میں تھے جسے کوئی بھی مسلمان پسند نہیں کر سکتا۔ نجد میں شرک اکبر کا رواج عام ہو چکا تھا' یہاں تک کہ گنبد' درخت' پتھر اور غاروں کی پوجا پاٹ شروع ہو گئی تھی' جو بھی ولی ہونے کا دعویٰ کرتا اس کی عبادت کی جاتی تھی' حالانکہ وہ آوارہ گرد اور

بیوقوف لوگ ہوتے' اللہ تعالیٰ کے علاوہ کچھ ایسے ولایت کے دعویدار پوجے جانے لگے جو پاگل اور کم عقل تھے' جادوگروں اور کاہنوں کی شہرت عام ہوگئی تھی' لوگ ان سے سوال کرتے اور ان کے جواب و پیشین گوئیوں کی تصدیق کرتے تھے۔ کوئی اس کا منکر نہیں رہ گیا تھا مگر جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔ لوگوں پر دنیا طلبی اور دنیاوی خواہشات کا غلبہ ہو چکا تھا' اللہ والوں اور اس کے دین کے مددگاروں کی تعداد دن بدن کم ہوتی جارہی تھی' اسی طرح حرمین شریفین اور یمن میں شرک و بدعت' قبروں پر گنبدوں کی تعمیر اور اولیاء کرام سے فریاد طلبی کا رواج جڑ پکڑ گیا تھا۔ یمن میں اس طرح کی بہت سی برائیاں پائی جاتی تھیں اور نجد کے شہروں میں تو شرک و بدعت کا کوئی شمار ہی نہیں تھا' اس کا تعلق چاہے قبر سے ہو یا غار سے' درخت سے ہو یا مجنوں اور سرپھرے آواروں سے۔ اللہ کے علاوہ انہیں پکارا جاتا اور اللہ کے ساتھ ہی ان سے بھی فریاد طلب کی جاتی تھی۔ اسی طرح نجد میں جنوں کو پکارنا' ان سے مدد طلب کرنا' ان کے نام کا ذبیحہ پیش کرنا اور ان سے مدد کی امید اور شر کے خوف سے ان ذبیحوں کو گھروں کے گوشوں میں رکھنا' یہ سب عام ہو چلا تھا۔ جب شیخ نے دیکھا کہ شرک لوگوں میں پھیل چکا ہے اور کوئی اس پر نکیر بھی نہیں کر رہا ہے' نہ ہی کوئی دین کی دعوت دینے والا ہے' ایسی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر ان برائیوں کی

اصلاح اور لوگوں کو خالص دین کی دعوت دینے کے لیے آپ پوری شجاعت و دلیری کے ساتھ کمربستہ ہوگئے' دعوت کے راستے میں پیش آنے والی تکلیفوں پر صبر سے کام لیا' آپ کو یہ یقین ہوگیا کہ اب جہاد اور اذیت پر صبر و تحمل کا وقت آن پہنچا ہے' چنانچہ آپ نے عیینہ میں قیام کے دوران ہی اسلامی تعلیم و تربیت' صحیح راستے کی طرف رہنمائی اور دعوت و ارشاد میں اپنی تگ و دو تیز تر کردی اور یہ امید لے کر علماء سے خط و کتابت اور علمی مذاکرہ کا سلسلہ شروع کیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت نیز شرک و بدعت اور مروجہ خرافات کا قلع قمع کرنے کے لیے ان کا ساتھ دیں گے' چنانچہ نجد' حرمین شریفین' یمن اور دوسرے مقامات کے بہت سے علماء نے آپ کی دعوت پر لبیک کہا اور آپ کے پاس تائیدی خطوط لکھے' لیکن دوسری طرف کچھ علماء نے آپ کی سخت مخالفت کی' آپ کی دعوت میں کیڑے ڈالے' آپ کی مذمت اور آپ سے لوگوں کو متنفر کرنا شروع کر دیا۔ ایسے لوگ دو گروہوں میں بٹے ہوئے تھے' ایک گروہ خرافاتیوں اور جاہلوں کا تھا' اسے نہ اللہ کے دین کا علم تھا' نہ ہی اللہ کی وحدانیت سے واقفیت تھی۔ ہاں ! اپنے آباء و اجداد سے وراثت میں حاصل شدہ جہالت و گمراہی' شرک و بدعت اور خرافات کا علم ان کو اچھی طرح تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ایسے لوگوں کے بارے میں ارشاد ہے :

﴿ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ ﴾
ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہی کے نقش قدم کی پیروی کر رہے ہیں (الزخرف : ۲۳)۔

دوسرے گروہ نے جو اہل علم پر مشتمل سمجھا جاتا تھا' محض عداوت اور حسد کی بنا پر آپ کی دعوت سے اعراض اور اس کی تردید کی' تاکہ عوام کو یہ کہنے کا موقع نہ رہے کہ کیا بات تھی کہ آپ لوگوں نے اب تک اس چیز پر نکیر نہیں کی؟ یہ عبدالوہاب کا بیٹا آیا اور حق کا داعی بن گیا' اور آپ علماء نے کبھی اس باطل کا انکار نہیں کیا؟ چنانچہ انہوں نے شیخ سے حسد کیا' عوام الناس کی طرف سے انہیں شرمندگی کا احساس ہوا' جلد آنے والی چیز کو دیر سے آنے والی چیز پر ترجیح دے دی' نیز دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے میں یہود کی اتباع کرتے ہوئے حق کے خلاف کھلم کھلا عداوت و دشمنی شروع کر دی۔ (نسال اللہ العافیہ والسلامہ)۔

ایسی مسموم فضا میں شیخ نے صبر و تحمل سے کام لیا' حق کی دعوت میں ایڑی چوٹی کی کوشش جاری رکھی' جزیرے کے اندر و باہر کے بعض علماء و امراء نے آپ کی حوصلہ افزائی کی' آپ اپنے مشن میں ڈٹے رہے' اپنے رب سے مدد طلب کی' مفید کتابوں کے مطالعہ میں جٹے رہے۔ اس سے پہلے قرآن کریم پر پوری توجہ دے چکے تھے اور اس کی تفسیر و توضیح اور اس

سے مسائل کے استنباط میں مکمل دسترس حاصل کر چکے تھے۔ سیرت رسول۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور صحابہ کرام کی سیرت کے مطالعہ میں مشغول رہے' اس سے آپ کو روشنی ملی' علمی بصیرت حاصل ہوئی اور جب آپ کو ایسی چیز مل گئی جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے آپ کی مدد فرمائی اور حق پر ثابت قدم رکھا' تو اپنی مہم کی اشاعت میں پوری طرح کمربستہ ہو گئے' لوگوں کے درمیان دعوت حق پھیلانے اور علماء و امراء سے اس سلسلے میں خط و کتابت کرنے کی ٹھان لی' چاہے اس کے لیے کوئی بھی قیمت چکانی پڑے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی نیک اور پاکیزہ تمنائیں پوری کیں' آپ کے ذریعہ دعوت کو پھیلایا' حق کی تائید کی' اللہ تعالیٰ نے آپ کو چند مددگار افراد عطا کئے' یہاں تک کہ اللہ کے دین کو غلبہ اور کلمۂ توحید کو سربلندی و بالادستی حاصل ہوئی۔

شیخ نے عیینہ میں تعلیم و ارشاد کے ذریعہ اپنی دعوت جاری رکھی' لیکن جب دیکھا کہ صرف زبانی دعوت اثر انداز نہیں ہو رہی ہے تو عملی طور پر دعوت پیش کرنے اور شرک و بدعت کے آثار مٹانے کے لیے تن من دھن کی بازی لگا دی تاکہ حتیٰ الامکان شرک کے آثار زائل ہو جائیں۔

چنانچہ شیخ نے امیر عثمان بن معمر سے فرمایا کہ زید کی قبر پر جو قبہ تعمیر ہے اسے ڈھانا بہت ضروری ہے۔ زید بن خطاب رضی اللہ عنہ امیرالمؤمنین

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ہیں اور ۱۲ہجری میں مسیلمہ کذاب کے معرکہ میں شہید ہونے والوں میں سے ایک ہیں' جیسا کہ لوگ بتاتے ہیں۔ ان کی قبر پر قبہ بنایا گیا تھا۔ ویسے اس بات کا بھی امکان ہے کہ وہ قبر کسی دوسرے کی رہی ہو' لیکن عام لوگوں کی یادداشت کے مطابق یہ زید ہی کی قبر تھی' چنانچہ آپ کی طلب پر گورنر عثمان نے قبہ گرا دینے کی اجازت دے دی' الحمد للہ قبہ ڈھا دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ اب تک اس کا اثر مٹا ہوا ہے۔ خلوص نیت' نیک ارادے اور حق کی سربلندی کے خیال سے اسے منہدم کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نام و نشان مٹا ڈالا۔ وہاں اور بھی بہت ساری قبریں تھیں' ایک قبر کے بارے میں کہا جاتا تھا کہ وہ ضرار بن ازدر کی قبر ہے' اس پر بھی قبہ تعمیر تھا جسے منہدم کیا گیا۔ دوسری زیارت گاہیں بھی تھیں' اللہ تعالیٰ نے ان سب کو مٹا دیا۔ نیز وہاں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر کچھ غار اور درختوں کی بھی عبادت کی جاتی تھی جس کے ازالہ و بیخ کنی کا مبارک کام شیخ کے ہاتھوں انجام پایا' اور لوگوں کو اس سے باز رکھا گیا۔

الغرض شیخ نے جیسا کہ مذکورہ بالا بیان سے واضح ہے' زبانی اور عملی طور پر اپنی دعوت جاری رکھی۔ ایک دن ایک عورت آپ کے پاس آئی اور کئی بار زنا کا اعتراف کیا' آپ نے اس کی عقل کی صحت و سلامتی کے بارے

میں لوگوں سے دریافت فرمایا تو پتہ چلا کہ اس کی عقل میں کوئی فتور نہیں ہے' اور جب یہ یقین ہو گیا کہ وہ اپنے اقرار پر اٹل ہے' شک و شبہ کا ادنیٰ شوشہ بھی اس نے نہیں چھوڑا اور نہ ہی اکراہ اور زبردستی کی بات کہی' نیز وہ شادی شدہ ہے' تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دے دیا۔ چنانچہ عیینہ میں قاضی رہنے کے دوران آپ کے حکم سے اس کو رجم کر دیا گیا۔ اب قبہ ڈھانے' رجم کرنے' اللہ کے دین کی طرف دعوت اور مہاجرین کے عیینہ ہجرت کرنے کی خبریں دور دور تک پھیل گئیں' خالد سلیمان بن عریعر الخالدی کے قبیلے سے تعلق رکھنے والے احساء کے گورنر اور اس کے پیروکاروں کو شیخ کی خبر ملی' نیز ان کو یہ معلوم ہوا کہ شیخ دین کی دعوت دے رہے ہیں' گنبدوں کو ڈھاتے اور حدود قائم کرتے ہیں' تو اس بدوی پر شیخ رحمتہ اللہ علیہ کا یہ معاملہ بڑا گراں گزرا' اس لیے کہ ظلم و زیادتی' خوں ریزی' دوسروں کے مال و جائداد کی چھین جھپٹ اور محرمات کی بے حرمتی بدوؤں کی عادت ہوتی ہے۔ سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہو۔ چنانچہ اس بدوی کو خوف لاحق ہوا کہ شیخ اپنی دھاک جما لیں گے اور اس بدوی گورنر کی سلطنت کو تاراج کر دیں گے' چنانچہ اس نے گورنر عثمان کو دھمکی آمیز خط لکھا اور کہا کہ جو ملّا آپ کے پاس ہے اس کے بارے میں ہمیں ایسی ایسی رپورٹ ملی ہے' آپ یا تو اسے قتل کر دیں یا پھر

ہم لوگ آپ کو خراج دینا بند کر دیں گے۔ گورنر عثمان کو اس بدوی کے پاس سے سونے کا خراج ملتا تھا۔ اس لئے اس کے اس رویہ کو عثمان نے بڑی اہمیت دی اور اسے خوف ہوا کہ نافرمانی کی صورت میں اس سے اس کا خراج بند کر دیا جائے گا اور وہ اس سے محاذ آرائی پر اتر آئے گا' چنانچہ اس نے شیخ سے کہا کہ بدوی امیر نے ہمیں ایسا ایسا لکھا ہے' ہمیں زیب نہیں دیتا کہ ہم آپ کو قتل کریں' لیکن اس سے ہمیں ڈر بھی ہے' اس سے جنگ کرنے کی ہمارے پاس طاقت بھی نہیں ہے' اس لیے آپ یہاں سے کسی دوسری جگہ نکل جائیں تو اچھا ہو گا۔ شیخ نے ان کو جواب دیا کہ میں جس چیز کی دعوت دیتا ہوں وہ ہے اللہ کا دین' کلمۂ توحید لاالٰہ الا اللہ کی تنفیذ اور اس بات کی شہادت کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔ جو شخص اس دین پر عمل کرے گا اور اس کی مدد اور تصدیق کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کی مدد و تائید فرمائے گا اور اس کے دشمنوں کے ملک میں بھی اسے حکمراں بنائے گا۔ اگر آپ صبر و تحمل سے کام لیں اور اپنے موقف پر ثابت قدم رہیں اور اس خیر کو قبول کر لیں تو آپ کے لیے بڑی خوش خبری ہے' یقیناً اللہ تعالیٰ آپ کو غلبہ عطا کرے گا' اس بدوی امیر اور دوسرے دشمنوں سے آپ کی حفاظت کرے گا' بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے شہر اور قبیلے کا سردار بھی بنا سکتا ہے۔ یہ سن کر امیر عثمان نے کہا کہ شیخ ! ہم اس سے لڑنے کی طاقت

نہیں رکھتے' اس کی مخالفت کی ہمارے پاس ہمت بھی نہیں ہے۔ چنانچہ شیخ عیینہ سے درعیہ کے لیے روانہ ہوگئے۔ لوگ کہتے ہیں کہ آپ عیینہ سے صبح نکلے اور پیدل چل کر شام تک درعیہ پہنچے۔ عثمان نے کوئی سواری تک مہیا نہیں کی۔ شہر کے بالائی حصے میں ایک نیک آدمی محمد ابن سویلم العرینی کے یہاں پہنچے۔ کہتے ہیں کہ شیخ کے اس کے پاس ٹھہرنے پر اسے درعیہ کے امیر محمد بن سعود کا خوف لاحق ہوا اور زمین اپنی کشادگی کے باوجود اس پر تنگ محسوس ہونے لگی۔ شیخ نے اس کی یہ حالت دیکھ کر اطمینان دلایا اور فرمایا کہ تمہارے لیے خیر و برکت کی خوش خبری ہے' میں لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت دیتا ہوں' عنقریب اللہ اسے غلبہ عطا کرے گا۔ آپ کی آمد کی خبر امیر محمد بن سعود کو ملی' کہتے ہیں کہ ان کی بیوی نے ان کو خبر دی۔ بعض نیک لوگ ان کی بیوی کے پاس گئے اور کہا کہ محمد کو اس بزرگ آدمی کی خبر دو اور انہیں ان کی دعوت قبول کرنے پر ابھارو اور ساتھ دینے اور تائید کرنے پر آمادہ کرو۔ وہ بہت ہی نیک اور پاکیزہ ذات خاتون تھیں' جب ان کے پاس درعیہ اور اس کے متعلقات کے امیر محمد بن سعود آئے تو ان سے کہا کہ اس عظیم بشارت کو قبول کیجئے' یہ غنیمت ہے جو اللہ تعالیٰ نے خصوصاً آپ کو عطا کی ہے' ایک داعی جو اللہ کے دین' اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہے' کیا ہی بہترین غنیمت ہے' بلا

تردد انہیں اپنا لیجئے' ان کی طرف تعاون کا ہاتھ بڑھایئے اور اس نیک کام میں بالکل دیر نہ کیجئے۔ امیر نے اس نیک خاتون کا مشورہ قبول کرلیا' لیکن اس پس و پیش میں پڑ گئے کہ وہ خود ان کے پاس جائیں یا ان کو اپنے پاس بلائیں۔ چنانچہ ان کو اس سلسلے میں مشورہ دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ان کی مذکورہ پاکباز بیوی ہی نے بزرگوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپ کو مشورہ دیا کہ ان کو اپنے پاس بلانا زیب نہیں دیتا' بلکہ آپ کا ان کی قیام گاہ تک جانا زیادہ مناسب ہے' علم اور دین کی دعوت دینے والوں کے اکرام و تعظیم کا تقاضا یہ ہے کہ آپ خود ان کے پاس تشریف لے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے خیر اور نیک بختی ان کے لیے مقدر کی اور انہوں نے لوگوں کا یہ مشورہ قبول کیا (اللہ ان پر رحم فرمائے اور ان کی قبر کو شاداب رکھے) چنانچہ آپ محمد بن سویلم کے گھر شیخ کے پاس گئے' ان کو سلام کیا' ان سے گفتگو کی اور کہا کہ شیخ محمد ! آپ میری طرف سے نصرت و تائید' امن و امان اور تعاون کی خوش خبری قبول فرمایئے۔

شیخ نے ان کو جواب دیا کہ آپ بھی نصرت الٰہی' استحکام اور سلامت و عافیت کی خوش خبری قبول کیجئے۔ یہ اللہ کا دین ہے جو اس کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد کرے گا' جو اس کی تائید کرے گا اللہ اس کی تائید کرے گا۔ عنقریب آپ کو کوششوں کے اچھے ثمرات ملیں گے۔ امیر نے کہا کہ شیخ

محترم ! اللہ اور اس کے رسول کے دین اور اللہ کے راستے میں جہاد پر آپ سے ضرور بیعت کروں گا' لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ جب ہماری تائید و مدد سے اللہ آپ کو دشمنان اسلام پر غلبہ عطا کر دے تو آپ ہماری سرزمین چھوڑ کر دوسری جگہ کو ترجیح دے دیں اور وہاں منتقل ہو جائیں۔ شیخ نے جواب میں کہا کہ اس بات پر بیعت نہیں کرتا بلکہ ہماری بیعت اس بات پر ہے کہ خون کا بدلہ خون اور بے عزتی کا بدلہ بے عزتی ہے (یعنی اگر کوئی مجھے قتل کرے تو آپ میرے خون کا مطالبہ کریں اور آپ کو کوئی قتل کرے تو میں آپ کے خون کا مطالبہ کروں گا جیسے ہم اپنے اولیاء کے خون کا مطالبہ کرتے ہیں اور اگر کسی نے میری عزت بگاڑی تو گویا اس نے آپ کی عزت پر بٹہ لگایا) اور اس بات پر بھی کہ آپ کا شہر چھوڑ کر کبھی بھی باہر نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ شیخ نے ان سے باہمی تعاون اور ان کے شہر میں قیام کرنے پر بیعت کی' نیز یہ کہ آپ امیر کے پاس رہیں گے' امیر آپ کی مدد کریں گے اور دین کو غلبہ حاصل ہونے تک ساتھ مل کر اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ اس پر بیعت پوری گئی اور ہر چہار جانب سے مثلاً عیینہ' عرقہ' منفوحہ' ریاض اور دوسری قریبی بستیوں سے لوگوں کے وفود درعیہ پہنچنا شروع ہو گئے۔ درعیہ مقام ہجرت بنا رہا' جہاں لوگ ہر جگہ سے ہجرت کر کے آنے لگے۔ لوگوں کو درعیہ میں شیخ کی مجلسوں' دینی تقریروں اور

دین کی دعوت و تبلیغ کی خبر ملی تو فرداً فرداً اور جوق در جوق بھی شیخ کے پاس آنے لگے، شیخ کی درعیہ میں بڑی عزت و قدر دانی ہوئی اور نصرت و مدد اور انس و محبت کی فضا میں آپ نے قیام فرمایا۔ وہاں آپ نے عقائد، قرآن کریم، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، حدیث، مصطلح حدیث، عربی و تاریخی علوم نیز دوسرے مفید علوم میں اپنی تقریروں کو منظّم و مرتب کیا۔ ہر جگہ سے لوگ آپ کے پاس آتے گئے، نوجوان طبقہ اور دوسرے لوگوں نے بھی آپ سے علم حاصل کیا، ہر خاص و عام کے لیے بہت سے درس ترتیب دیئے، درعیہ میں ہر طرف علم پھیلایا، دعوت جاری رکھی اور پھر جہاد شروع کیا۔ لوگوں سے اس میں حصہ لینے اور ان کے شہروں سے شرک و بدعت کے ازالہ کے لیے خط و کتابت کی۔ اس کی ابتداء اہل نجد سے کی۔ یہاں کے علماء، حکمراں، ریاض کے علماء اور اس کے امیر دھام بن دواس کے پاس خطوط لکھے۔ اسی طرح الخرج، جنوبی شہر قصیم، حائل، وشم، سدیر وغیرہ مقامات کے علماء و امراء سے خط و کتابت کی۔ نیز احساء، حرمین شریفین اور بیرون ممالک مثلاً مصر، شام، عراق، ہندوستان اور یمن وغیرہ ملکوں کے علماء کو بھی برابر لکھتے اور خط و کتابت کے ذریعہ لوگوں پر حجتیں قائم کرتے رہے اور ان کو عوام الناس کی اکثریت کے شرک و بدعت میں ملوث ہونے کی یاد دہانی کراتے رہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ ان مقامات پر دین کے حامی و

ناصر نہیں تھے' بلکہ وہاں دین کے چاہنے والے موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت کی ضمانت لی ہے کہ اس کا کوئی نہ کوئی مددگار ضرور رہے گا' اس امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر غالب رہے گا۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ بہت سے خطوں میں دین کے داعی و مددگار موجود تھے' لیکن اس وقت گفتگو نجد کے بارے میں ہو رہی ہے کہ نجد شرو فساد اور شرک و خرافات کا اڈہ بنا ہوا تھا' جب کہ یہاں علماء تھے' ان میں خیر کا پہلو بھی تھا' لیکن وہ اپنے اندر کما حقہ دین کی تبلیغ کے لیے نشاط اور حوصلہ نہیں پا رہے تھے' یمن وغیرہ میں بھی داعیان حق اور حامیان دین موجود تھے اور ان بدعات و خرافات کا ان کو علم بھی تھا' لیکن چند وجوہات کی بنا پر ان کو اپنی دعوت میں اتنی کامیابی نہیں ملی جتنی شیخ کو ملی' پہلی وجہ یہ ہے کہ ان داعیوں کو حامی و مددگار نہیں ملے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سے داعیان حق دعوت کے راستے میں پیش آنے والی اذیت و مشقت پر صبرو تحمل سے کام نہ لے سکے۔ تیسری وجہ بعض داعیوں کی علمی بے بضاعتی ہے جس کے ذریعہ وہ دلنشیں اسلوب' پر کشش عبارت نیز حکمت و دانشمندی اور مواعظ حسنہ سے لوگوں کو دین کی طرف مائل کر سکتے' اس کے علاوہ اور بھی بہت سی وجوہات تھیں۔ لیکن شیخ کو بے شمار علمی مقالے' خطوط و رسائل اور مسلسل جہاد جاری رکھنے کی وجہ سے

شہرت حاصل ہوئی' جزیرہ کے اندر و باہر کے علماء سے آپ نے دعوتی و اصلاحی مراسلات کا سلسلہ جاری رکھا۔ آپ کی دعوت حقہ کا ہندوستان' انڈونیشیا' افغانستان' افریقہ' مغرب' مصر' شام اور عراق کے لوگوں پر اچھا اثر پڑا۔ ان ممالک میں بہت سے دین کی دعوت دینے والے موجود تھے' ان کو عرفان حق بھی حاصل تھا' حق کی طرف دعوت دینے کی اہمیت بھی ان پر عیاں تھی۔ جب ان کے یہاں شیخ کی دعوت پہنچی تو ان کے نشاط اور دلچسپی میں مزید اضافہ ہوا' ان کو تقویت ملی اور دعوت و ارشاد کے میدان میں ان کو شہرت حاصل ہوئی۔ شیخ کی دعوت عالم اسلام اور دوسرے ممالک میں پھلتی پھولتی رہی۔ پھر اس آخری دور میں آپ کی کتب و رسائل نیز آپ کے اولاد و احفاد کی اور اندرون و بیرون جزیرہ کے حامی مسلم علماء کی کتابیں شائع ہوئیں۔ اسی طرح آپ کی دعوت و سیرت' سوانح حیات اور آپ کے اعوان و انصار کے حالات زندگی پر لکھی گئی کتابیں زیور طباعت سے آراستہ ہوئیں۔ تا آنکہ اکثر ممالک اور شہروں میں بسنے والوں تک یہ کتابیں پہنچیں اور ان کتابوں کی شہرت ہر طرف عام ہوئی۔ یہ ایک بدیہی امر ہے کہ ہر نعمت کے حاسد اور ہر داعی کے بہت سے دشمن ہوا کرتے ہیں' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ

إِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ۚ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ ۖ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴾ (الانعام : ۱۱۲)

اور ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ شیطان انسانوں اور شیطان جنوں کو ہر نبی کا دشمن بنایا ہے جو ایک دوسرے پر خوش آیند باتیں دھوکے اور فریب کے طور پر القا کرتے رہے ہیں۔ اگر تمہارے رب کی یہ مشیت ہو کہ وہ ایسا نہ کریں تو وہ کبھی نہ کرتے۔ پس تم انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو کہ اپنی افترا پردازیاں کرتے رہیں۔

چنانچہ جب شیخ کی دعوت کا ہر طرف چرچا ہونے لگا اور آپ کے دعوتی و اصلاحی کتابچے، مقالات، رسالے، خطوط اور قیمتی کتابیں منظر عام پر آئیں اور علماء نے آپ سے خط و کتابت شروع کی تو آپ کے حاسدین اور مخالفین کی ایک بڑی جماعت نمودار ہوئی اور بہت سے دشمنوں نے سر ابھارے، ان دشمنوں کے دو گروہ تھے۔ ایک نے علم و دین کے نام پر آپ سے عداوت برتی اور دوسرے گروہ نے سیاست کو ہدف بنا کر۔ یہ لوگ علم اور دین کا لیبل لگا کر بعض ان علماء کی شیخ سے چلی آ رہی عداوت سے خوب فائدہ اٹھائے جنہوں نے علانیہ شیخ سے اپنی عداوت ظاہر کی اور الزام تھوپا کہ شیخ حق پر نہیں، بلکہ وہ ایسے ویسے ہیں۔ لیکن شیخ محترم ۔ اللہ کی ان پر رحمت ہو ۔ نے دعوت و ارشاد کا کام جاری رکھا، شکوک و شبہات کا ازالہ،

دلیل کی وضاحت اور کتاب وسنت کی روشنی میں حقائق کی طرف رہنمائی کرتے رہے، لیکن مخالفین بھلا کب چین سے بیٹھ سکتے تھے، کبھی توانھوں نے یہ الزام تراشی کی کہ شیخ خوارج میں سے ہیں، تو کبھی یہ بے بنیاد تہمت لگائی کہ سابق علماء وفقہاء کی پرواہ کیے بغیر شیخ اجماع کی خلاف ورزی کرتے اور مطلق اجتہاد کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ شیخ کو اور بھی بہت سی چیزوں کا نشانہ بنایا گیا، جو بعض گروہوں کی محض قلت علم کا نتیجہ تھا۔ جب کہ دوسرے گروہ نے دوسروں کی تقلید میں ان پروپیگنڈوں میں حصہ لیا۔ ایک اور گروہ کو اپنے مرتبہ اور جاہ کے خاتمہ کی فکر لاحق ہوئی توانھوں نے سیاسی اغراض کے تحت آپ سے عداوت کی اور اسلام اور دین کے نام کا سہارا لے کر خرافاتی اور گمراہ لوگوں کی باتوں کو خوب استعمال کیا۔

در حقیقت مخالفین کی تین قسمیں ہیں

پہلی قسم ان خرافاتی علماء کی ہے جو حق کو باطل اور باطل کو حق سمجھتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ قبروں پر عمارت و مساجد کی تعمیر' اللہ کے علاوہ قبروں سے فریاد رسی کرنا اور اس جیسی دوسری چیزیں عین دین و ہدایت ہیں۔ نیز وہ یہ سمجھتے ہیں کہ جو ان چیزوں کا انکار کرے وہ اولیاء اور بزرگوں سے بغض و عداوت رکھتا ہے اور دین کا دشمن ہے' لہذا اس سے جنگ کرنا ضروری ہے۔

دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو صاحب علم کہے جاتے تھے' لیکن انہوں نے شیخ کی حقیقت کو نہیں جانا اور نہ اس حق کو پہچانا جس کی طرف شیخ نے لوگوں کو بلایا' بلکہ انہوں نے دوسروں کی تقلید اور گمراہ کرنے والے خرافاتیوں کی بکواس کی تصدیق کی اور بزعم خویش یہ سمجھتے رہے کہ شیخ پر یہ من گھڑت اور بیجا الزام لگانے میں وہ حق بجانب ہیں کہ شیخ انبیاء و صالحین سے بغض و عناد رکھتے ہیں اور ان کی کرامتوں کے منکر ہیں۔ چنانچہ انہوں نے شیخ کی مذمت کی' دعوت پر کیچڑ اچھالے اور آپ کے خلاف نفرت پھیلائی۔

تیسری قسم ان لوگوں کی ہے جن کو اپنے مناصب کا خوف ہوا تو انہوں نے آپ سے دشمنی شروع کردی تاکہ اسلامی دعوت کے علمبرداران کو ان کے عہدوں سے ہٹا کر ان کے شہروں پر تسلط نہ حاصل کرلیں۔ بہت دنوں تک شیخ اور ان کے مخالفین کے درمیان الفاظ کی جنگ' بحث و مباحثے اور مقابلے کا سلسلہ جاری رہا۔ شیخ ان سے اور وہ شیخ سے خط و کتابت کرتے' ان سے بحث کرتے' ان کے اعتراضات کا جواب دیتے۔ وہ لوگ بھی شیخ کے اعتراضات کا جواب دیتے۔ یہ سلسلہ شیخ کے آل و احفاد اور اعوان و انصار کے درمیان اور اس دعوت حق کے مخالفین کے درمیان چلتا رہا۔ یہاں تک کہ بہت سے رسائل اور ردود جمع ہو گئے۔ ان رسائل و خطوط' سوالات و جوابات اور فتاوے کو اکٹھا کیا گیا تو اس کی کئی جلدیں ہو گئیں۔ الحمدللہ ان کا اکثر حصہ زیور طباعت سے آراستہ ہو چکا ہے۔

شیخ اسی طرح دعوت و جہاد میں کوشاں رہے' درعیہ کے امیر اور سعودی خاندان کے جد امجد امیر محمد بن سعود نے آپ کی مدد کی' جہاد کا پرچم بلند ہوا اور ۱۱۵۸ ہجری میں زبان و قلم اور دلیل و برہان کے ساتھ ہی جہاد بالسیف کا آغاز ہو گیا' اور پھر جہاد بالسیف سے دعوت کا کام بدستور جاری رہا۔ یہ ایک واضح حقیقت ہے کہ داعی کے پاس اگر حق کی نصرت اور اس کو نافذ کرنے کے لیے قوت نہ ہو تو اس کی دعوت بہت جلد ناکام ہو جاتی ہے'

اس کی شہرت مٹ جاتی ہے اور اس کے معاون و مددگار کم ہو جاتے ہیں- دعوت کی نشر و اشاعت' مخالفین اور اعداء اسلام کے خاتمہ' حق کی سربلندی اور باطل کی سرکوبی کے لیے اسلحہ اور قوت کے استعمال کی غیر معمولی افادیت مسلم ہے' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا' اور اللہ کی ہر بات سچی ہے :

﴿ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ﴾

ہم نے اپنے رسولوں کو صاف صاف نشانیوں اور ہدایات کے ساتھ بھیجا' اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں' اور لوہا اتارا جس میں بڑا زور ہے اور لوگوں کے لیے منافع ہیں- یہ اس لیے کیا گیا ہے تاکہ اللہ جان لے کہ کون اس کو دیکھے بغیر اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرتا ہے- یقیناً اللہ بڑی قوت والا اور زبردست ہے (الحدید : ۲۵)

اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اس نے اپنے رسولوں کو روشن دلائل کے ساتھ اس دنیا میں بھیجا ہے- جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو لوگوں کے سامنے واضح کرتا اور باطل کو دفع کرتا ہے- رسولوں پر کتاب اتاری جس

میں بیان حق، ہدایت اور توضیح ہے۔ ان کے ساتھ میزان (پیمانہ) اتارا، یہ عدل کی وہ کسوٹی ہے جس کے ذریعہ مظلوم کو ظالم سے انصاف دلایا جاتا ہے، حق قائم کیا جاتا ہے، ہدایت کی بشارت سنائی جاتی ہے اور اس کی روشنی میں لوگوں سے حق و انصاف کا سلوک کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوہا اتارا جس میں قوت ہے اور حق کی مخالفت کرنے والوں کے لیے سختی اور دھمکی ہے۔ چنانچہ لوہا اس شخص کے لیے ہے جسے دلیل کوئی فائدہ نہ پہنچائے اور گواہی و نشانی اس پر کوئی اثر نہ ڈالے۔ تو معلوم ہوا کہ لوہا حق منوانے اور باطل کا قلع قمع کرنے والی چیز ہے۔ اس سلسلے میں کسی نے کیا ہی خوب کہا ہے :

و ما هو إلا الوحي أوحد مرهف   تزيل ظباه اخدعي كل مائل

یا تو وہ شے وحی الٰہی ہے یا تلوار کی تیز دھار ہے، جو راہ حق سے منحرف کے سر کو اس کی گردن سے جدا کر دے۔

تو یہ ہر جاہل کی بیماری کی دوا ہے اور ہر انصاف پسند شخص کی بیماری کا علاج ہے۔ عقل سلیم رکھنے والا دانشمند آدمی واضح نشانی سے فائدہ اٹھاتا ہے اور دلیل ہی سے حق کو قبول کر لیتا ہے، لیکن ہوس پرست ظالم کو تلوار ہی سیدھا کرتی ہے۔

چنانچہ شیخ رحمتہ اللہ علیہ دعوت و جہاد میں کوشاں رہے اور آل سعود

(طیب اللہ ثراہم) نے آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کیا۔ یہ لوگ ۱۱۵۸ہجری سے لے کر ۱۲۰۶ہجری میں شیخ کی وفات تک مسلسل دعوت و جہاد کا فریضہ انجام دیتے رہے، تقریباً پچاس سال تک جہاد، سرفروشی، حق کے غلبہ کے لیے بحث و مباحثے، علمی مذاکرے، اللہ اور اس کے رسول کے فرمان کی وضاحت، اللہ کے دین اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی طرف دعوت کی سرگرمیاں مسلسل جاری رہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں نے اس دعوت کو مانا، نئے سرے سے اللہ کے دین میں داخل ہوگئے، قبوں اور گنبدوں کو ڈھایا، قبروں پر تعمیر شدہ مسجدوں کو منہدم کیا، شریعت کو اپنا حکم مانا، اور اس کی بالادستی کو تسلیم کیا، اپنے اباء و اجداد کے پرانے طور طریقوں کی حکمرانی کو خیرباد کہا، حق کی طرف لوٹے، نماز اور علمی حلقوں سے مسجدیں آباد ہوئیں، زکوۃ ادا کی جانے لگی اور رمضان کے روزے رکھے جانے لگے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے، معروف کا حکم دیا جانے لگا، منکر سے روکا گیا، شہر، بستی، راستے اور دیہات میں امن و امان عام ہوگیا، صحراء کے بدو اپنی حرکتوں سے باز آگئے، اللہ کے دین میں داخل ہوگئے اور حق کو قبول کرلیا۔ شیخ نے ان لوگوں میں دعوت پھیلائی، ان کے پاس صحراء اور دیہات میں دینی رہنما اور مبلغ بھیجے، شہروں اور قصبوں میں معلم، رہنما اور قاضی متعین کیے۔ یہ خیر و برکت اور واضح ہدایت پورے

نجد میں عام ہو گئی' حق پھلا پھولا اور اللہ کا دین غالب آیا۔ شیخ رحمہ اللہ کی وفات کے بعد آپ کی آل و احفاد' تلامذہ اور اعوان و انصار نے دعوت وجہاد کی مہم جاری رکھی۔ آپ کے صاحبزادوں میں شیخ امام عبداللہ بن محمد' شیخ حسین بن محمد' شیخ علی بن محمد اور شیخ ابراہیم بن محمد خاص طور پر نمایاں ہیں۔ پوتوں میں شیخ عبدالرحمٰن بن حسن' شیخ علی بن حسین' شیخ سلیمان بن عبداللہ بن محمد اور دوسرے لوگ ہیں۔ تلامذہ میں شیخ حمد بن ناصر بن معمر اور درعیہ کے علماء کی ایک بڑی تعداد بھی ہے۔ یہ اور دوسرے بہت سے لوگ دعوت و جہاد کے مشن کو آگے بڑھاتے رہے' اللہ کے دین کی اشاعت' کتابوں کی تصنیف و تالیف اور دشمنان اسلام کے خلاف جہاد کا سلسلہ جاری رکھا۔ دین کی دعوت دینے والے اور ان کے مخالفین کے درمیان وجہ اختلاف محض یہ تھی کہ ان بزرگوں نے تاریکی میں بھٹکتے گمراہ لوگوں کو اللہ کی وحدانیت' خالص اس کی عبادت' توحید خالص پر ثابت قدمی' قبروں پر تعمیر کردہ مساجد اور گنبدوں کو ڈھانے' شریعت کے فیصلے پر چلنے' اس پر استقامت اختیار کرنے' بھلائی کا حکم کرنے' برائی سے روکنے اور شرعی حدود قائم کرنے کی دعوت دی۔ یہ ہیں ان کے اور عام لوگوں کے درمیان اختلاف و نزاع کے اسباب۔

خلاصہ :

شیخ اور ان کے متبعین نے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف رہنمائی کی' ان کو توحید کے اپنانے کا حکم دیا' لوگوں کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے اور شرک کے وسائل و ذرائع سے آگاہ کیا اور لوگوں پر اسلامی شریعت نافذ کی' اس دعوت و ارشاد اور حجت و برہان کے بعد بھی جس نے اس دعوت کا انکار کیا اور شرک پر اڑا رہا اس سے انہوں نے اللہ کے راستے میں جہاد کیا' اس کے شہروں میں اس کا پیچھا کیا تاکہ حق کو مان لے اور اس کے آگے سر تسلیم خم کر دے' بصورت دیگر قوت و تلوار کے ذریعہ حق منواتے' تاکہ خود وہ اور اس کے شہر والے حق کے آگے گھٹنے ٹیک دیں۔ اسی طرح لوگوں کو ان بدعات و خرافات سے آگاہ کیا جن کی اللہ کی طرف سے کوئی دلیل نہیں اتری' مثلاً قبروں پر عمارت اور گنبد کی تعمیر' طاغوت سے فیصلہ لینا' جادوگروں اور کاہنوں سے سوال کرنا اور ان کو سچا جاننا وغیرہ۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے شیخ اور ان کے حامیوں کے ہاتھوں ان برائیوں کو زائل کیا۔ اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

مسجدیں قرآن کریم' حدیث پاک' تاریخ اسلام اور مفید عربی علوم و فنون کے درس و تدریس سے آباد ہوئیں' لوگ علمی مذاکرہ' تعلیم و تربیت' ہدایت اور دعوت و راشاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ کچھ دوسرے لوگ

دنیاوی امور مثلاً کاشتکاری' صنعت و حرفت' نیز علم و عمل' دعوت وارشاد اور دین و دنیا دونوں کے حصول میں مشغول ہوئے۔ وہ علم حاصل کرتے مذاکرہ کرتے' اس کے باوجود زمین کی کاشت' صنعت یا تجارت سے بھی وابستگی رکھتے تھے' کبھی اپنے دین کے لیے کام کرتے اور کبھی اپنی دنیا کے لیے' وہ دین کے داعی اور اسلام کی طرف رہنمائی کرنے والے تھے' اس کے ساتھ ہی شہروں میں رائج صنعت و کاریگری میں بھی مشغول رہتے۔ اس طرح ان کو اتنا کچھ حاصل ہو جاتا کہ وہ باہر کے شہروں کی آمدنی وغیرہ سے بے نیاز تھے۔

داعیان حق اور آل سعود نے نجد کے علاقہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنی دعوت کا رخ حرمین شریفین اور جنوب جزیرہ کی طرف موڑ دیا۔ حرمین کے اگلے اور بعد کے علماء سے خط و کتابت کی۔ لیکن جب اس دعوت کا کوئی فائدہ نظر نہیں آیا اور اہل حرمین اپنے سابقہ موقف مثلاً گنبدوں کی تعظیم' قبروں پر تعمیر' قبروں کے پاس شرک کا ارتکاب اور اہل قبر سے فریاد طلبی وغیرہ پر جمے رہے تو شیخ کی وفات کے کوئی گیارہ سال کے بعد امام سعود بن عبدالعزیز بن محمد نے حجاز کا رخ کیا اور طائف والوں سے معرکہ آرائی کی' پھر مکہ مکرمہ کی جانب بڑھے' امام سعود سے پہلے اہل طائف کے پاس امیر عثمان بن عبدالرحمٰن المضایفی پہنچ چکے تھے' انہوں نے امیر درعیہ امام

سعود بن عبدالعزیز بن محمد کی بھیجی ہوئی اہل نجد وغیرہ پر مشتمل عظیم فوج کو لے کر امام سعود بن عبدالعزیز کا ساتھ دیا۔ چنانچہ طائف پر ان کو غلبہ حاصل ہو گیا' شریف مکہ کے امراء کو وہاں سے نکال باہر کیا' وہاں دین کی دعوت کو اجاگر کیا' حق کی طرف رہنمائی کی' شرک سے اور ابن عباس وغیرہ کی پوجاپاٹ سے روکا' جس کے طائف کے بیوقوف اور جاہل لوگ عادی ہو چکے تھے۔ اس کے بعد امیر سعود اپنے والد عبدالعزیز کے حکم سے حجاز کی طرف متوجہ ہوئے' مکہ کے آس پاس فوجیں اکٹھی ہو گئیں' اور جب شریف مکہ کو یہ یقین ہو گیا کہ اس دعوت کو تسلیم کرنا یا بصورت دیگر یہاں سے بھاگ نکلنا ضروری ہے تو جدہ فرار ہو گیا۔ امام سعود اور ان کے ہمراہ مسلمان بغیر جنگ کے شہر میں داخل ہوئے اور محرم ۱۲۱۸ ہجری کو فجر کے وقت مکہ پر قابض ہو گئے۔ وہاں لوگوں کو خالص دین کی دعوت دی' حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور دوسروں کی قبروں پر تعمیر گنبدوں کو ڈھایا' اور اسی طرح دیگر تمام گنبدوں کو زمیں بوس کر کے اللہ تعالیٰ کی توحید کا پرچم بلند کیا' وہاں پر اساتذہ' مبلغین' دینی رہنما اور شریعت کے مطابق فیصلہ کرنے والے قاضی متعین کیئے۔ پھر کچھ ہی دنوں کے بعد مدینہ منورہ فتح ہو گیا اور فتح مکہ کے تقریباً دو سال کے بعد ۱۲۲۰ ہجری میں مدینہ پر آل سعود کی حکومت قائم ہو گئی۔ حرمین شریفین آل سعود کے زیر قیادت باقی رہے' وہاں بھی دعوت

و تبلیغ کے لیے دینی رہنما اور علماء و دعاۃ مقرر کئے' ملک میں عدل و انصاف کا بول بالا ہوا' اسلامی شریعت نافذ کی گئی' شہریوں سے حسن سلوک خصوصاً فقراء و مساکین اور ضرورتمندوں کی مالی امداد کی اور ان کے ساتھ مواسات و ہمدردی برتی' ان کو قرآن کریم کی تعلیم دی' خیر و بھلائی کی طرف بلایا' علماء کی عزت و توقیر کی اور تعلیم و ارشاد پر ان کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ اس طرح حرمین شریفین ۱۲۲۶ہجری تک آل سعود کے زیر حکومت باقی رہے۔

اس کے بعد مصری اور ترکی فوجوں نے آل سعود سے جنگ کرنے اور ان کو حرمین شریفین سے نکال باہر کرنے کے لیے حجاز کی طرف بڑھنا شروع کیا' اس کے بہت سے اسباب تھے' بعض کا ذکر پہلے آچکا ہے' اسباب یہ تھے کہ آل سعود کے دشمن اور حاسدین' بے بصیرت خرافاتی لوگ اور بعض سیاسی کارندے جنھوں نے اس دعوت کو مٹانے کا عزم کر رکھا تھا اور ان کو خوف لاحق ہو چکا تھا کہ یہ دعوت ان کی قیادت و سیادت کو ختم کردے گی اور ان کی آرزویں خاک میں ملادے گی' انہوں نے شیخ پر اور آپ کے متبعین اور اعوان و انصار پر جھوٹی تہمت لگائی اور کہا کہ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیاء سے بغض و عناد رکھتے ہیں' ان کی کرامات کے منکر ہیں' نیز یہ لوگ ایسا ویسا کہتے ہیں' جس سے وہ اس

بدگمانی میں مبتلا تھے کہ یہ لوگ انبیاء و رسل علیہم الصلاۃ والسلام کی تنقیص کرتے اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ بعض جاہل اور تنگ نظر اور موقع پرست لوگوں نے ان باتوں کی تصدیق کردی اور اسے دعوت کے علمبرداروں پر کیچڑ اچھالنے اور ان سے محاذ آرائی کرنے نیز ترکوں اور مصریوں کو ان کے خلاف جنگ پر اکسانے کا ایک بہانہ بنالیا۔ نتیجتاً عرصۂ دراز تک یعنی ۱۲۳۳ ہجری تک نجد و حجاز میں مصری اور ترکی فوج اور ان کے حامیوں کے درمیان اور آل سعود کے درمیان معرکہ آرائی رہی' اور اس طرح پورے سات سال تک حق و باطل کے درمیان جنگ و جدال کا بازار گرم رہا۔

خلاصہ یہ کہ یہی امام شیخ محمد بن عبدالوہاب رحمتہ اللہ علیہ ہیں جو اللہ کے دین کے غلبہ' لوگوں کی توحید کی طرف رہنمائی کرنے اور دین میں داخل کردہ بدعات و خرافات کے انکار و ازالہ کے لیے کمربستہ ہوئے نیز لوگوں کو حق منوانے' باطل سے باز رکھنے' معروف کا حکم کرنے اور منکر سے روکنے کے لیے پوری طرح تیار ہوگئے۔ یہ ہے شیخ رحمتہ اللہ علیہ کی دعوت کا خلاصہ۔

آپ عقیدے میں سلف صالحین کے مسلک پر تھے۔ اللہ اور اس کے اسماء و صفات' فرشتے' رسل' آسمانی کتب' قیامت اور بھلی بری تقدیر (کے

اللہ کی جانب سے ہونے) پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ نیز اللہ تعالیٰ کی وحدانیت' خالص اسی کی عبادت' صفات میں کسی طرح کی تعطیل اور مخلوق کی تشبیہ سے منزہ' اللہ تعالیٰ کے شایان شان اس کے اسماء و صفات پر ایمان' نیز قیامت' حشر و نشر' جزاء و سزا' حساب و کتاب اور جنت و جہنم وغیرہ پر ایمان رکھنے میں آپ کا عقیدہ ائمہ اسلام کا عقیدہ تھا۔ ایمان کے سلسلے میں آپ کا نقطۂ نظر وہی تھا جو سلف کا ہے کہ یہ قول و عمل کا نام ہے جو گھٹتا بڑھتا رہتا ہے۔ اطاعت الٰہی سے بڑھتا ہے اور معصیت کے ارتکاب سے گھٹتا ہے۔ یہ تمام رہا ان کا عقیدہ' یعنی قول و عمل میں آپ سلف صالحین کے عقیدے اور طریقے پر تھے۔ ان کے مسلک و منہج سے بالکل باہر نہیں تھے' اس سلسلے میں آپ کا کوئی خاص مذہب ہے نہ مخصوص طریقہ بلکہ صحابہ اور ان کے متبع اسلاف کرام۔ اللہ سب سے خوش ہو۔ کا طریقہ آپ کا طریقہ ہے۔

اس عقیدے کو آپ نے نجد اور قرب وجوار کے علاقوں میں پھیلایا' لوگوں کو اس کی دعوت دی۔ جس نے اس دعوت کا انکار کیا اور آپ سے عداوت برتی اس کے ساتھ اس عقیدے کو منوانے کے لیے جہاد کیا اور مخالفین سے جنگ کی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے دین کو غلبہ حاصل ہوا اور حق کی فتح ہوئی۔ اس طرح آپ نے وہی کچھ کیا جو مسلمان کرتے ہیں

یعنی دین کی دعوت' باطل کا انکار' نیک کاموں کا حکم اور منکر کا انکار' بلکہ شیخ اور ان کے حامی' لوگوں کو حق کی طرف بلاتے اور پھر ان کو حق منواتے' باطل سے روکتے اور سختی سے ڈانٹتے' تا آنکہ وہ باطل کو چھوڑنے پر مجبور ہو جاتے تھے' اسی طرح آپ نے بدعات و خرافات کی روک تھام میں ایڑی چوٹی کی کوشش کی' بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعوت کے ذریعہ ان بدعات و خرافات کا خاتمہ فرمایا' مذکورہ بالا تین وجوہات ہی آپ کے اور لوگوں کے درمیان عداوت و نزاع کا باعث تھیں۔ جو یہ ہیں :

اول : شرک کا انکار اور توحید خالص کی دعوت۔

دوم : بدعات و خرافات کا انکار' مثلاً قبروں پر مساجد کی تعمیر' قبروں کو مسجد بنانا' میلاد کی محفلیں رچانا اور دیگر گمراہ طریقے جو صوفیوں نے ایجاد کر رکھے تھے۔

سوم : شیخ لوگوں کو نیک کام اور بھلی باتوں کا حکم دیتے اور بذریعہ طاقت اسے منواتے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے واجب کردہ معروف کا انکار کرتا اسے منواتے اور جو ترک کرتا اسے سزا دیتے۔ لوگوں کو برائیوں سے روکتے اور ان کے ارتکاب پر حد قائم کرتے تھے۔ لوگوں کو حق منواتے اور باطل سے روکتے تھے۔ اس محنت و کوشش سے حق غالب آیا' چاروں طرف اس کی لہر دوڑ گئی' باطل نے منہ کی کھائی' اس کی رسوائی ہوئی' لوگ بازار اور

مساجد غرض ہر جگہ اور ہر حالت میں حسن سیرت سے متصف اور صراط مستقیم پر گامزن ہو گئے' بدعات و خرافات ناپید ہو گئیں' ملک سے شرک کا خاتمہ ہو گیا' منکرات مٹ گئے۔ یہی نہیں بلکہ جنھوں نے ان کے ملک کا حال دیکھا اور ان کے احوال و کوائف اور موجودہ اعمال کا مشاہدہ کیا انہیں سلف صالحین کی حالت' عہد نبوی۔ صلی اللہ علیہ و سلم۔ اور عہد صحابہ اور قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی یاد تازہ ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ دے۔ لوگوں نے ان کی سیرت کو اپنایا' ان کے طریقے کو اختیار کیا' اس پر صبر سے کام لیا' اس کے لیے جدو جہد اور جہاد کیا۔ شیخ کی وفات کے ایک عرصہ کے بعد جب کہ آپ کے بہت سے ابناء و احفاد نیز دعوت کے بہت سے اعوان و انصار بھی دنیا سے رخصت ہو چکے تھے' دین میں بعض تبدیلیاں رونما ہوئیں تو اللہ تعالیٰ کے قول ﴿ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ ﴾ بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کے حال کو نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اوصاف نہ بدل دیں)۔ کے بمصداق ترکی و مصری حکومت کے ذریعہ ابتلاء و آزمائش کا صبر آزما دور شروع ہو گیا۔ ہماری اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کو اسلام کے راستے میں جو تکلیف پہنچی اسے ان کے لیے گناہوں کا کفارہ بنائے اور مقتولین کے لیے درجات کی بلندگی اور شہادت کا ذریعہ ! (رضی اللہ عنہم و رحمہم)

الحمدللہ ان کی دعوت اب تک قائم ہے اور چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ درحقیقت مصری فوج کو نجد میں محض چند سالوں تک فتنہ و فساد بپا کرنے، قتل و خونریزی، تخریب کاری اور توڑ پھوڑ کا موقع مل سکا۔ پھر بعد میں شیخ کی دعوت پھلی پھولی اور ہر چہار جانب اس کی اشاعت ہوئی، تقریباً پانچ سالوں کے بعد امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود رحمتہ اللہ علیہ نے نجد اور قرب و جوار کے شہروں میں گھر گھر دعوت پہنچائی۔ علماء نے ہر طرف دعوت کی سرگرمی شروع کر دی۔ نجد، اس کے قصبوں اور علاقوں سے ترکوں اور مصریوں کو نکال باہر کیا اور ۱۲۴۰ ہجری میں نجد کے تمام علاقوں میں دعوت پھیل گئی۔ سقوط درعیہ اور آل سعود کی حکومت کے زوال کا واقعہ ۱۲۳۳ ہجری میں پیش آیا تھا، چنانچہ نجد میں لوگوں نے تقریباً پانچ سال تک یعنی ۱۲۳۴ ہجری سے ۱۲۳۹ ہجری تک افراتفری، بدنظمی، جنگ و جدال اور فتنہ و فساد کی فضا میں سانس لی۔ پھر ۱۲۴۰ ہجری میں امام ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود کے ہاتھوں نجد میں مسلمانوں کی شیرازہ بندی عمل میں آئی، حق غالب ہوا، علماء نے گاؤں اور شہروں میں خطوط بھیجے، لوگوں کو ہمت دلائی، ان کو دین کی دعوت دی اور اس طرح ایک طویل جنگ کے بعد مصریوں اور ان کے حامیوں کے ذریعہ بھڑکائی گئی فتنوں کی آگ بجھی اور ہر طرف دین کا بول بالا ہوا۔ اس کے بعد لوگ تعلیم و ارشاد اور دعوت و تبلیغ

میں مشغول رہے' تاآنکہ عظمت رفتہ پھر سے بحال ہوئی' لوگ اپنی اصلی حالت نیز شیخ کے اور ان کے تلامذہ او ر اعوان و انصار کے عہد میں جو کیفیت تھی اس کی طرف لوٹ آئے (اللہ ان سب سے راضی رہے اور ان پر رحم فرمائے)۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ۱۲۴۰ ہجری سے لے کر اب تک اس دعوت کا سلسلہ جاری ہے' آل سعود یکے بعد دیگرے باہم سچے جانشین ہوتے رہے' آل شیخ اور دیگر علماء نجد بھی ایک دوسرے کے جانشین ہوتے رہے۔ امامت و دعوت اور جہاد فی سبیل اللہ میں آل سعود ایک دوسرے کے جانشین بنتے آ رہے ہیں' علماء میں بھی دعوت دین اور حق کی تبلیغ و اشاعت میں نیابت چلی آ رہی ہے۔

ہاں ! حرمین شریفین عرصۂ دراز تک سعودی حکومت سے الگ رہے۔ پھر ۱۳۴۳ ہجری میں ان کی بازیابی عمل میں آئی اور حرمین شریفین پر امام عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل بن ترکی بن عبداللہ بن محمد بن سعود رحمتہ اللہ علیہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ حرمین شریفین کی خدمت و حفاظت کا شرف اب تک سعودی حکومت کو حاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ سے ہماری دعا ہے کہ آل سعود اور آل شیخ کے باقی افراد کو' نیز ملک و بیرون ملک کے علماء و مشائخ کو اس دیار مقدس میں راہ راست پر گامزن رکھے' ان کے عقائد و اعمال کو درست فرمائے' ان کو ہر وہ کام کرنے کی

توفیق دے جس سے وہ راضی ہو' دنیا کے ہر خطے کے علماء اسلام کی اصلاح فرمائے' سب کی کوششوں سے حق کو غالب اور باطل کو رسوا کرے' داعیان حق کو فریضہ تبلیغ کی ادائیگی کی توفیق بخشے' ہمیں اور انہیں بھی سیدھے راستے پر چلائے۔ حرمین شریفین اور ان سے متعلقہ علاقوں نیز تمام مسلم ملکوں کو ہدایت اور دین حق' قرآن مجید اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کی تعظیم و توقیر کی توفیق عطا کرے۔ سب پر اپنے احسان و کرم کے دروازے کھول دے' تاکہ قرآن و حدیث کو اچھی طرح سمجھ سکیں' قیامت تک ان دونوں بنیادوں پر عمل پیرا رہیں' صبر و تحمل اور استقامت کے ساتھ ان پر ڈٹے رہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے اور دعا کو شرف قبولیت بخشتا ہے۔

شیخ محترم' ان کی دعوت' ان کے اعوان و انصار نیز مخالفین کے بیان پر مشتمل یہ چند معروضات تھیں۔

واللہ المستعان وعليه الاتكال ، ولاحول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم ، وصلى الله وسلم وبارك على عبده ورسوله ، نبينا وإمامنا محمد بن عبدالله ، وعلى آله وأصحابه ومن سلك سبيله واهتدى بهداه ، والحمد لله رب العالمين .

من مطبوعات وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

الإمام محمد بن عبد الوهاب رحمه الله

دعوته وسيرته

تأليف سماحة الشيخ

عبد العزيز بن عبد الله بن باز
مفتي الديار السعودية

نقله إلى الأردية

محمد رضوان عبد الحكيم

أشرفت وكالة الوزارة لشؤون المطبوعات والبحث العلمي على إصداره

عام ١٤٢٤هـ

٧٠٧

الإمام محمد بن عبد الوهاب رحمه الله

دعوته وسيرته

٥٣٥

الإمام محمد بن عبد الوهاب رحمه الله

دعوته وسيرته

تأليف سماحة الشيخ

عبد العزيز بن عبد الله بن باز

مفتي المملكة السعودية

نقله إلى الأردية

محمد رضوان عبد الحكيم

طبع ونشر

وزارة الشؤون الإسلامية والأوقاف والدعوة والإرشاد

المملكة العربية السعودية

ردمك: ٦-١٥٩-٢٩-٩٩٦٠